(توشی هیکو از تسو)
ترجمہ۔ محمد خالد مسعود

نفاق اور ایمان

(یہ مضمون ڈاکٹر توشی هیکو از تسو کی کتاب "قرآن میں اخلاقی اصطلاحات کی ساخت" کے گیارھویں اور بارھویں باب کا ترجمہ ہے۔ اس سے قبل چوتھے' نویں اور دسویں باب کا ترجمہ اسی مجلّے کی گذشتہ اشاعتوں میں پیش کیا جا چکا ہے)

(مترجم)

اس باب کے پہلے حصے میں ہم "نفاق" کا معنویاتی تجزیہ کریں گے۔ غیر اصطلاحی معنوی میں نفاق کا مطلب ہے: زبان سے عقیدے کا اظہار کرنا جب کہ دل میں پوشیدہ طور پر اس پر ایمان نہ رکھنا۔ چنانچہ نفاق کو معنوی ساخت میں مذہبی عقائد کے حوالے سے قول و عمل میں تضاد بنیادی عنصر ہے۔ ہم اس سے قبل "فسق" کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے "فاسق" کی خصوصیت کے طور پر نفاق کا ذکر کر چکے ہیں۔ اس موقع پر ہم نے ایک اہم قرآنی آیت (سورہ توبہ۔٦٨) کا حوالہ بھی دیا تھا' جس میں صراحت کے ساتھ کہا گیا ہے کہ منافق فاسق ہیں۔ اسی طرح سورہ المنافقون میں مذہبی معاملات میں منافقت برتنے

والوں کے بارے میں مندرجہ ذیل اہم الفاظ کے استعمال ہوئے۔

سواء علیھم استغفرت لھم ام لم تستغفر لھم لن یغفر اللہ لھم۔ ان اللہ لا یھدی القوم الفسقین (٦٣:٦)

ترجمہ: تم ان کے لیے مغفرت مانگو یا نہ مانگو' ان کے حق میں برابر ہے۔ خدا ان کو ہرگز نہ بخشے گا۔ بے شک خدا نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

تاہم ہم جس مذہبی منافقت کا ذکر کر رہے ہیں' اس کی کہانی یہیں ختم نہیں ہوتی۔ "فسق" سے معنوی مماثلت سے کہیں بڑھ کر لفظ نفاق کا اپنا مخصوص معنویاتی ڈھانچا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ ڈھانچا اس قدر ممیّز ہے کہ بعض علما نے اسلامی اخلاقیات کو تین اہم حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے کفر اور ایمان کے ساتھ نفاق کو ایک منفرد درجہ قرار دیا ہے۔ اس نقطہ نظر سے انسانوں کی تین بڑی اقسام ہیں۔

(۱) مومن' (۲) کافر' (۳) منافق۔ فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر (البقرہ ۷) میں یہ تقسیم اس طرح بیان کی ہے۔

"ان المفسرین اجمعوا علی ان ذلک فی وصف المنافقین قالوا وصف اللہ الاصناف الثلاثہ من المومنین والکافرین والمنافقین فبدا بالمومنین المخلصین الذین صحت سرائرھم و سلمت ضمائرھم' ثم اتبعھم بالکافرین الذین من صفتھم الاقامنہ علی الجحود والعناد ثم وصف حال من یقول بلسانہ انہ مومن و ضمیرہ یخالف ذلک"

ترجمہ۔ مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت منافقین کی صفت بیان کرتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تینوں

اقسام یعنی مومن' کافر اور منافق کی صفات بیان کی ہیں۔
پہلے مومنوں کی صفت بیان کی کہ وہ پاک اور خالص لوگ
ہیں۔ ان کے پوشیدہ حالات صحیح اور ان کا ضمیر محفوظ ہے۔
ان کے بعد کافروں کا ذکر ہے جن کی صفت ہے کہ وہ انکار
اور دشمنی پر قائم رہتے ہیں۔ پھر اس (منافق) کا حال بیان
کیا جو زبان سے کہتا ہے کہ میں مومن ہوں لیکن اس کا ضمیر
اس کی مخالفت کرتا ہے

نفاق اور کفر میں ناقابل تردید مماثلت پائی جاتی ہے' کیونکہ نفاق آخر کار کفر کی ہی ایک مخصوص شکل ہے۔ چنانچہ اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں کہ قرآن کریم میں ان دونوں اصطلاحوں میں کوئی بنیادی فرق نہیں پایا جاتا۔ مندرجہ ذیل آیت میں کافر اور منافق دونوں کو اللہ کے دشمنوں کے ایک ہی زمرے میں بیان کیا گیا ہے۔

یا ایھاالنبی جاھدالکفار والمنفقین واغلظ علیھم و
ماواھم جھنم و بئس المصیر (۹:۶۶)

ترجمہ: اے پیغمبر کافروں اور منافقوں سے لڑو اور ان پر
سختی کرو۔ ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔

آیت کے آخری الفاظ' یعنی اللہ کا یہ فیصلہ کہ منافق کی آخری منزل دوزخ کی آگ ہے' بے حد اہم ہیں کیونکہ ان سے نفاق اور کفر کے مابین اصلی ربط کا پتا چلتا ہے۔ کافر اور منافق دونوں کے لیے ایک ہی سزا کا فیصلہ اس بات کا غماز ہے کہ معصیت کی کیفیت اور درجے کے اعتبار سے دونوں برابر ہیں۔

ان المنفقین فی الدرک الاسفل من النار ولن تجدلھم
نصیرا(۱۴۵:۴)

ترجمہ: کچھ شک نہیں کہ منافق لوگ دوزخ کے سب سے

نچلے درجے میں ہوں گے اور تم ان کا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے۔

اگلی آیت میں اگرچہ لفظ "منافق" استعمال نہیں ہوا تاہم اشارہ صریحا" انہی کی طرف ہے اور یہاں نفاق کی شناخت کفر کے ساتھ بلا واسطہ نظر آتی ہے۔

یا ایھا الرسول لا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر من الذین قالوا امنا بافواھھم و لم تومن قلوبھم(۵:۴۱)

ترجمہ: اے پیغمبر جو لوگ کفر میں جلدی کرتے ہیں (کچھ تو) ان میں سے (ہیں) جو منہ سے کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں لیکن ان کے دل مومن نہیں

اس وضاحت سے یہ بات پوری طرح سمجھ میں آتی ہے کہ بعض ماہرین لغت بدیہی طور پر "نفاق" کو "کفر" کی ایک نوع کیوں گردانتے ہیں۔ اور اس کے لیے "کفر النفاق" یعنی "نفاق کا کفر" کی ترکیب کیوں استعمال کرتے ہیں۔ تاہم ایک اور اعتبار سے نفاق ایک مستقل معنویاتی اصطلاح بھی ہے جو ایمان اور کفر کے درمیانی درجے سے تعلق رکھتی ہے۔

آیئے پہلے ہم ایک مثال پیش کرتے ہیں' جس میں بہت صراحت سے نفاق کی اس درمیانی کیفیت کی عکاسی کی گئی ہے جو دو مخالف سمتوں کے درمیان تذبذب کا شکار ہے۔

ان المنفقین یخدعون اللہ و ھو خادعھم و اذا قاموا الی الصلاۃ قاموا کسالی یراؤن الناس ولا یذکرون اللہ الا قلیلا' مذبذ بین بین ذلک لا الی ھولاء و لا الی ھولاء و من یضلل اللہ فلن تجدلہ سبیلا (۴:۱۴۱۔۱۴۲)

ترجمہ: منافق خدا کو دھوکا دیتے ہیں (یہ اس کو کیا دھوکا

دیں گے) وہ انہی کو دھوکے میں ڈالنے والا ہے۔ اور جب یہ نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو سست اور کاہل ہو کر (صرف) لوگوں کے دکھانے کو اور خدا کی یاد ہی نہیں کرتے مگر بہت کم۔ بیچ میں پڑے لٹک رہے ہیں نہ ان کی طرف (ہوتے ہیں) نہ ان کی طرف۔ اور جس کو خدا بھٹکائے تو تم اس کے لیے کبھی بھی رستہ نہیں پاؤ گے۔

یہی بات ذیل کی مثال میں بھی ملتی ہے۔ ان آیات کا تعلق غزوہ احد سے ہے جس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہؓ کے خلاف کچھ واقعات پیش آئے۔ سچے مومنوں کی آزمائش تھی اور ایک سنہری موقع بھی تھا کہ وہ خود کو ان لوگوں سے الگ ثابت کر سکیں، جو نئے دین سے صرف زبانی وابستگی ظاہر کر رہے تھے۔

و ما اصابکم یوم التقی الجمعن فباذن اللّٰہ و لیعلم المومنین و لیعلم الذین نافقوا و قیل لھم تعالوا قاتلوا فی سبیل اللّٰہ او ادفعوا، قالوا لو نعلم قتالا لا اتبعنکم، ھم للکفر یومئذ اقرب منھم للایمان، یقولون بافواھھم مالیس فی قلوبھم، و اللّٰہ اعلم بمایکتمون (۳:۱۶۶-۱۶۷)

ترجمہ: اور جو مصیبت تم پر دونوں جماعتوں کے مقابلے کے دن واقع ہوئی سو خدا کے حکم سے (واقع ہوئی) اور (اس سے) یہ مقصود تھا کہ خدا مومنوں کو اچھی طرح معلوم کر لے اور منافقوں کو بھی معلوم کر لے اور (جب) ان سے کہا گیا کہ آؤ خدا کے رستے میں جنگ کرو یا (کافروں کے) حملوں کو روکو تو کہنے لگے کہ اگر ہم کو لڑائی کی خبر ہوتی

تو ہم ضرور تمھارے ساتھ رہتے۔ یہ اس دن ایمان کی
نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے۔ منہ سے وہ باتیں کہتے ہیں
جو ان کے دل میں نہیں ہیں اور جو کچھ یہ چھپاتے ہیں خدا
اس سے خوب واقف ہے۔

مندرجہ بالا آیات سے واضح ہوتا ہے کہ "نفاق" کفر اور ایمان کے درمیان کوئی بہت متعین اور محدود خانہ نہیں ہے' بلکہ اس کے معانی کی حدود خاصی وسیع ہیں۔ بالفاظ دیگر یوں کہیے کہ یہ ایسی کیفیت ہے جو نمایاں طور پر بدلتی رہتی ہے اور غیر محسوس انداز میں کفر اور ایمان دونوں سمتوں میں سے کوئی بھی رخ اختیار کر سکتی ہے۔

بعض آیات سے یہ تاثر بھی ملتا ہے کہ نفاق' ایمان کے بیچوں بیچ جنم لیتا ہے۔ مثلا" جب ایک مومن کہتا کچھ اور ہے اور کرتا کچھ اور ہے تو وہ گویا نفاق کی طرف قدم بڑھا رہا ہے۔ وہ مومن تو ہے' لیکن اللہ کو اس کا یہ رویہ پسند نہیں۔ مندرجہ ذیل آیت سے یہ بات سامنے آتی ہے۔

یا ایھاالذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا
عنداللہ ان تقولوا مالا تفعلون(۶۱:۲-۳)

ترجمہ: مومنو! تم ایسی باتیں کیوں کہا کرتے ہو جو کیا نہیں
کرتے۔ خدا اس بات سے سخت بیزار ہے کہ ایسی بات کہو
جو کرو نہیں۔

قرآن کریم کی رو سے یہ رویہ "شک" سے جنم لیتا ہے۔ یعنی منافق کے دل میں وحی الٰہی کی سچائی کے بارے میں شک اسلام قبول کرنے کے بعد کانٹے کی طرح چبھتا رہتا ہے۔

ہمیں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے روز تمام منافقین مرد اور عورتیں جو دوزخ کی آگ کے کنارے پر کھڑے ہوں گے' جنت کی طرف جانے والے

مومنین سے کہیں گے ' "رکو! ہمارا انتظار کرو۔ کیا ہم دنیا میں تمھارے ساتھی نہیں تھے۔ مومنین جواب دیں گے یقیناً" ' لیکن تم خواہشات کے فریب میں آ گئے ' تم نے تذبذب اختیار کیا ' تم شک میں پڑ گئے ' فضول امیدوں نے تمھیں ورغلایا حتیٰ کہ اللہ کا آخری فیصلہ آ پہنچا ' اس فریبی نے تمھیں اللہ کے بارے میں دھوکا دیا۔"

ینادونہم الم نکن معکم' قالوا بلی ولکنکم فتنتم انفسکم و تربصتم و ارتبتم و غرتکم الامانی حتی جاء امر اللہ و غرکم باللہ الغرور (۵۷:۱۴)

ترجمہ: تو منافق لوگ مومنوں سے کہیں گے کیا ہم (دنیا میں) تمھارے ساتھ نہ تھے۔ وہ کہیں گے کیوں نہیں تھے۔ لیکن تم نے خود اپنے تیئں بلا میں ڈالا اور (ہمارے حق میں حوادث کے) منتظر رہے اور (اسلام میں) شک کیا اور (لاطائل) آرزوؤں نے تم کو دھوکا دیا' یہاں تک کہ خدا کا حکم آ پہنچا اور خدا کے بارے میں تم کو (شیطان) دغا باز دغا دیتا رہا۔

ایک شخص جو کہتا ہے اس پر عمل نہیں کرتا' وہ کفر کی طرف قدم بڑھا رہا ہے اور آخر پکا منافق بن جاتا ہے۔ یہاں منافق کی جس قسم کا ذکر ہو رہا ہے' یہ وہ ہے جو اسلام کے ہوتے ہوئے اللہ کے بارے میں شک و شبہ میں پڑ گیا۔ آگے چل کر ہم منافق کی اس قسم کے بارے میں بھی بات کریں گے جو شروع سے آخر تک اسلام کے دائرے سے باہر رہتا ہے' لیکن اعلانیہ طور پر اپنے کفر کا اعلان کرنے کی بجائے بظاہر اسلام قبول کرلیتا ہے اور ایمان کا لبادہ اوڑھ لیتا ہے تاکہ ہر طرح کی برائیاں کر سکے۔ قرآن کریم میں اس قسم کے منافقین کو مختلف انداز سے بیان کیا گیا۔ ذیل میں ہم صرف دو مثالیں دیں گے جن سے

نفاق کی اصل فطرت واضح ہوتی ہے۔

اذاجاء ک المنفقون قالوا نشهد انک لرسول اللّٰہ واللّٰہ یعلم انک لرسولہ واللّٰہ یشهدان المنفقین لکذبون‘ اتخذوا ایمانهم جنته فصدوا عن سبیل اللّٰہ انهم ساء ما کانوا یعملون‘ ذلک بانهم امنواثم کفروا فطبع علی قلوبهم فهم لا یفقهون‘ و اذا رائیتهم تعجبک اجسامهم و ان یقولوا تسمع لقولهم کانهم خشب مسنده یحسبون کل صیحته علیهم هم العدو فاحذرهم قاتلهم اللّٰہ انی یوفکون و اذا قیل لهم تعالوا یستغفر لکم رسول اللّٰہ لو رؤسهم ورایتهم یصدون و هم مستکبرون(۶۳:۱-۵)

ترجمہ: اے محمدؐ! جب منافق لوگ تمھارے پاس آتے ہیں تو (ازراہ نفاق) کہتے ہیں کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ آپ بے شک خدا کے پیغمبر ہیں اور خدا جانتا ہے کہ درحقیقت تم اس کے پیغمبر ہو‘ لیکن خدا ظاہر کیے دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔ انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے اور ان کے ذریعے سے (لوگوں کو) راہ خدا سے روک رہے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ جو کام یہ کرتے ہیں برے ہیں۔ یہ اس لیے کہ یہ (پہلے تو) ایمان لائے‘ پھر کافر ہو گئے تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی۔ سو اب یہ سمجھتے ہی نہیں‘ اور جب تم ان کو دیکھتے ہو تو ان کے جسم تمھیں اچھے معلوم ہوتے ہیں اور جب وہ گفتگو کرتے ہیں تو تم ان کی تقریر کو توجہ سے سنتے ہو‘ گویا لکڑیاں ہیں جو دیوار سے لگائی گئی ہیں۔ (بزدل ایسے کہ) ہر زور کی آواز کو سمجھیں کہ ان پر

(بلا آئی) یہ تمھارے دشمن ہیں' ان سے بے خوف نہ
رہنا۔ خدا ان کو ہلاک کرے' یہ کہاں بھٹکے پھرتے ہیں' اور
جب ان سے کہا جائے کہ آؤ رسول خدا تمھارے لیے
مغفرت مانگیں تو سرہلا دیتے ہیں اور تم ان کو دیکھو کہ تکبر
کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔

اگلی آیت میں لفظ نفاق کا واضح ذکر تو نہیں' لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ آیت بہت صریح الفاظ میں منافق کی مخصوص صفات کا ذکر کرتی ہے۔ آیت کافی طویل ہے' اس لیے اسے مکمل طور پر نقل کرنے کی بجائے ہم اس کے اہم نکات کا خلاصہ بیان کرنے پر اکتفا کریں گے۔

۱۔ وہ جھوٹے ہیں

و من الناس من یقول آمنا باللّٰہ وبالیوم الاخر و ما ھم
بمومنین یخدعون اللّٰہ والذین امنوا و ما یخدعون
الاانفسھم و ما یشعرون(۲:۸۔۹)

ترجمہ: اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم خدا پر
اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ وہ ایمان نہیں
رکھتے' یہ (اپنے پندار میں) خدا اور مومنوں کو چکما دیتے
ہیں مگر (حقیقت) میں اپنے سوا کسی کو چکما نہیں دیتے اور وہ
اس سے بے خبر ہیں۔

۲۔ وہ مومنوں کو دھوکا دیتے ہیں

وا ذالقوا الذین امنوا قالوا امنا واذا خلوا الی شیطینھم
قالوا انا معکم انمانحن مستھزؤن' اللّٰہ یستھزئی بھم و
یمدھم فی طغیانھم یعمھون(۲:۱۳۔۱۴)

ترجمہ: اور یہ لوگ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں

کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب اپنے شیطانوں میں جاتے ہیں تو (ان سے) کہتے ہیں کہ ہم تمھارے ساتھ ہیں اور ہم ہنسی کیا کرتے ہیں۔ ان سے خدا ہنسی کرتا ہے اور انھیں مہلت دیے جاتا ہے کہ شرارت و سرکشی میں پڑے بہک رہے ہیں۔

۳۔ وہ بے وقوف ہیں

واذا قیل لھم امنوا کما امن الناس قالوا انومن کما آمن السفھاء الا انھم ھم السفھاء و لکن لا یعلمون (۲:۱۳)

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جس طرح اور لوگ ایمان لے آئے تم بھی ایمان لے آؤ تو کہتے ہیں بھلا جس طرح بے وقوف ایمان لے آئے ہیں' اسی طرح ہم بھی ایمان لے آئیں۔ سن لو کہ یہی بے وقوف ہیں لیکن نہیں جانتے۔

۴۔ وہ فساد پھیلاتے ہیں

واذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون' الا انھم ھم المفسدون و لکن لا یشعرون (۲: ۱۱-۱۲)

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ ڈالو تو کہتے ہیں' ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ دیکھو یہ بلاشبہ مفسد ہیں' لیکن خبر نہیں رکھتے۔

۵۔ ان کے دل بیمار ہیں

فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا و لھم عذاب الیم بما کانوا یکذبون (۲:۱۰)

ترجمہ: ان کے دلوں میں (کفر کا) مرض تھا۔ خدا نے ان کا مرض اور زیادہ کر دیا اور ان کے جھوٹ بولنے کے سبب ان کو دکھ دینے والا عذاب ہو گا۔

۶۔ ان لوگوں کی مثال

مثلهم کمثل الذی استوقد نارا فلما اضاء ت ماحوله ذهب اللّٰه بنورهم وترکهم فی ظلمت لا یبصرون٭ صم بکم عمی فهم لا یرجعون(۲:۱۷-۱۸

ترجمہ: ان کی مثال اس شخص کی سی ہے، جس نے آگ جلائی۔ جب آگ نے اس کے اردگرد کی چیزیں روشن کیں تو خدا نے ان لوگوں کی روشنی زائل کر دی اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ کچھ نہیں دیکھتے۔ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں کہ (کسی طرح سیدھے رستے کی طرف) لوٹ ہی نہیں سکتے

۷۔ اندھوں کی طرح بھٹکتے ہیں

اللّٰہ یستھزی بھم و یمدھم فی طغیانھم یعمھون(۲:۱۵)

ترجمہ: اللہ ان منافقوں سے ہنسی کرتا ہے اور انھیں مہلت دیے جاتا ہے کہ شرارت اور سرکشی میں بڑے بہک رہے ہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ اس آیت کے تجزیے سے نفاق اور کفر کے مشترک خواص اور نفاق کے مخصوص اور منفرد خواص دونوں اس طرح کھل کر سامنے آتے ہیں کہ کسی تفصیلی بحث کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

ایسا لگتا ہے کہ ابتدا میں لفظ نفاق یا منافق مدینے کے صرف ان لوگوں کے لیے استعمال ہوا جنھوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مکے سے مدینے

ہجرت کے بعد اسلام قبول کیا۔ مکے سے آئے مومنین کے قطعاً" برعکس جو اللہ اور رسول پر غیر متزلزل ایمان کے حامل تھے' مدینے کے بہت سے باشندوں کا ایمان بہت کمزور تھا اور وہ ہمیشہ ادھر یا ادھر جھکتے رہتے تھے۔ مجبوی میں اسلام قبول کرنے کے بنا پر یہ لوگ موقع پرستی کا شکار تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ذرا سے نامساعد حالات پیش آنے سے ان کے دلوں میں شکوک سر اٹھا لیتے اور ان کا اللہ پر ایمان ڈگمگانے لگتا۔ ایسا لگتا ہے کہ ابتدا میں منافق کا لفظ مدینہ کے اسی قسم کے لوگوں کے لیے بولا گیا۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ نفاق کو مدینہ کے مسلمانوں تک محدود نہیں کیا جا سکتا۔ سورہ توبہ میں بعض بدوی لوگوں کے رویے کو ان کا فطری نفاق بتایا گیا۔

الاعراب اشد کفرا ونفاقا" واجدر الا یعلموا حدود ما انزل اللہ علی رسولہ واللہ علیم حکیم(۹:۹۷)

ترجمہ: دیہاتی لوگ سخت کافر اور سخت منافق ہیں اور اس قابل ہیں کہ جو احکام خدا نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں' ان سے واقف نہ ہوں۔ خدا جاننے والا اور حکمت والا ہے

وممن حولکم من الاعراب منفقون و من اھل المدینتہ مردوا علی النفاق لا تعلمھم نحن نعلمھم سنعذبھم مر تین ثم یردون الی عذاب عظیم(۹:۱۰۱)

ترجمہ: اور تمھارے گردونواح کے بعض دیہاتی منافق ہیں اور بعض مدینے والے بھی نفاق پر اڑے ہوئے ہیں' تم انھیں نہیں جانتے' ہم انھیں جانتے ہیں۔ ہم ان کو دہرا عذاب دیں گے۔ پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے

مختصر بات یہ کہ ہر وہ شخص جو اپنے دل میں تاریک شک و شبہ کی بیماری پالتا ہے اور اس کے باوجود یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ وفادار مومن ہے' ہر طرح سے منافق کہلوانے کا مستحق ہے۔

ا۔ ایمان۔

ہم دیکھ چکے ہیں کہ جس طرح اخلاقیات کی تمام منفی صفات اور برائی کے خواص کا مرکزی نقطہ کفر ہے' اسی طرح تمام مثبت اخلاقی صفات کے دائرے کا مرکزی نقطہ ایمان ہے۔ درحقیقت اسلام میں تمام اچھائیوں کا حقیقی سرچشمہ ایمان ہے' سب اچھائیاں ایمان سے ہی پیدا ہوتی ہیں اور اسلام میں کسی ایسی نیکی کا تصور نہیں کیا جا سکتا' جس کی بنیاد اللہ اور اس کی نازل کردہ وحی پر نہ ہو۔

جہاں تک لفظ ایمان کی معنوی ساخت کا تعلق ہے' ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم اس کے سارے بنیادی نکات سے واقف ہو چکے ہیں' کیونکہ منفی اقدار کی اہم اصطلاحات کا معنویاتی تجزیہ کرتے ہوئے ہم اسلامی نقطہ نظر سے ایک سچے مومن کے خواص بھی بیان کر چکے ہیں' اگرچہ یہ ذکر معکوس شکل میں ہوا ہے۔ چنانچہ اس باب میں بنیادی طور پر ان تمام باتوں کا دوسرا رخ بیان ہوگا جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

ایمان' بہ مقابلہ' کفر۔

یہ بات کہ ''کفر'' ''ایمان'' کی قطعی ضد ہے کسی ثبوت کی محتاج نہیں۔ ہمارے خیال میں یہ امر کافی حد تک واضح ہو چکا ہے کہ اسلامی طریق فکر میں دراصل ایمان اور کفر کے مابین تضاد ہی وہ معیار مہیا کرتا ہے جس کے مطابق تمام انسانی خصائل کو اخلاقی طور پر دو باہم متضاد خانوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ مومن اور کافر میں جو واضح دوئی موجود ہے' یہی اسلام کے اخلاقی نظام کی اساس اور کلید ہے۔ قرآن کریم میں ہر جگہ اس بنیادی تضاد کا حوالہ موجود

ہے۔ ہم یہاں چند نمائندہ مثالوں کا ذکر کرتے ہیں۔

ان اللہ یدخل الذین امنو و عملوا الصلحت جنت تجری من تحتہا الانہر ' والذین کفروا یتمتعون و یاکلون کما تاکل الانعام و النار مثوی لہم(۱۲:۴۷)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے' ان کو خدا بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں' داخل فرمائے گا اور جو کافر ہیں وہ فائدے اٹھاتے ہیں اور (اس طرح) کھاتے ہیں جیسے حیوان کھاتے ہیں اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

اس آیت میں یہ بات قابل غور ہے کہ مومن اور کافر کے درمیان بنیادی تقابل کو مندرجہ ذیل دو اساسی نکات کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔ (۱)دنیاوی اعمال۔ مومن صرف اعمال صالحہ (نیک کام) کرتا ہے اور کافر دنیوی لذتوں میں مشغول رہتا ہے۔ (۲) روز جزا کا بدلہ۔ مومنوں کو بدلے میں جنت ملے گی' کافروں کو دوزخ' تقریباً" یہی بات مندرجہ ذیل آیت کے بارے میں بھی کہی جا سکتی ہے۔

فاما الذین امنو و عملوا الصلحت فہم فی روضتہ یحبرون(۱۵:۳۰)

ترجمہ: تو جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے وہ (بہشت کے) باغ میں خوش حال ہوں گے۔

اگلی آیت میں بتایا گیا ہے کہ اسی تقابل کی بنیاد پر ان مومنوں کے لڑائی کے طریقوں میں اختلاف ہے۔

الذین امنوا یقاتلون فی سبیل اللہ والذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت' فقاتلوا اولیاء الشیطان'

ان کیدالشیطن کان ضعیفا(۴:۷۶)

ترجمہ: جو مومن ہیں وہ تو خدا کے لیے لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ بتوں کے لیے لڑتے ہیں۔ سو تم شیطان کے مددگاروں سے لڑو۔ بے شک شیطان کا داؤ بودا ہوتا ہے

مندرجہ ذیل دو آیات میں کفر اور ایمان کو زبانی ترتیب کے حساب سے بیان کیا گیا ہے۔ مزید وضاحت کے لیے یوں کہا جا سکتا ہے کہ کفر اور ایمان دو متضاد ذاتی صفات ہیں جو انسان ادل بدل کر اختیار کرتا رہتا ہے' اگرچہ ان کی نوعیت ایسی ہے کہ ایک ہی شخص میں دونوں بیک وقت نہیں پائی جا سکتیں یا یوں کہیے کہ ارتداد کا خطرہ ہردم موجود رہتا ہے۔

من کفر باللہ من بعد ایمانہ الامن اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدرا فعلیھم غضب من اللہ ولھم عذاب عظیم(۱۶:۱۰۶)

ترجمہ: جو شخص ایمان لانے کے بعد خدا کے ساتھ کفر کرے وہ نہیں جو (کفر پر زبردستی) مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو' بلکہ وہ جو (دل سے اور) دل کھول کر کفر کرے تو ایسوں پر اللہ کا غضب ہے اور ان کو بڑا سخت عذاب ہو گا

قرآن کریم کی زبان میں اسلام سے ارتداد اور بت پرستی اختیار کرنے کا عمل ایمان کی قیمت پر کفر خریدنے' سے عبارت ہے۔

ان الذین اشتروا الکفر بالایمان لن یضروا اللہ شیئا' ولھم عذاب الیم(۳:۱۷۷)

ترجمہ: جن لوگوں نے ایمان کے بدلے کفر خریدا وہ خدا کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور ان کو دکھ دینے والا عذاب ہو گا۔

اگر ایمان کفر کی قطعی ضد ہے تو اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں کہ کفر کی ہم معنی تمام برائیوں کے بالمقابل بھی ایمان کا لفظ ہی استعمال ہوا ہے۔

افمن کان مومنا کمن کان فاسقا' لا یستوون(۱۸:۳۲)

ترجمہ: بھلا جو مومن ہو وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے
جو نافرمان ہو؟ دونوں برابر نہیں ہو سکتے

اس آیت میں کافر کی جگہ فاسق کو مومن کا متضاد بیان کیا گیا ہے۔ اگلی آیت میں تین برائیوں یعنی کفر' فسق اور عصیان (بغاوت' نافرمانی) کو مساوی طور پر ایمان کی ضد بتایا گیا ہے۔

و لکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم و کرہ
الیکم الکفر والفسوق و العصیان(۴۹:۷)

ترجمہ: لیکن خدا نے تم کو ایمان عزیز بنا دیا اور اس کو
تمھارے دلوں میں سجا دیا اور کفر اور گناہ اور نافرمانی سے
تم کو بے زار کر دیا۔

۲۔ مثالی مومن۔

سوال یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں "وہ جو ایمان لایا" کس طرح کا شخص ہے؟ اس کے ایمان کی کیا خصوصیات ہیں یا کیا خصوصیات ہونی چاہیں۔ مختصرا" یہ کہ کیا مومن سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ مذہبی اور سماجی دونوں سطحوں پر بہترین کردار کا مظاہرہ کرے' ایمان کے بارے میں یہ نہایت اہم سوال ہیں۔ نہ صرف عمومی طور پر بلکہ ہمارے خصوصی نقطہ نظر کے لحاظ سے بھی ان سوالات کے جوابات سے فوراً واضح ہو جائے گا کہ قرآن کی آیت میں مستعمل الفاظ "ایمان" اور "مومن" کن معانی پر مشتمل ہیں۔ آیئے ہم مندرجہ ذیل قرآنی آیت کا جس میں لفظ ایمان کے صرف مذہبی پہلوؤں کا

ذکر ہے' مطالعہ کرتے ہیں۔

انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم و اذا تلیت علیھم ایتہ زادتھم ایمانا و علی ربھم یتوکلون الذین یقیمون الصلوۃ و مما رزقنھم ینفقون' اولئک ھم المومنون حقا' لھم درجت عند ربھم و مغفرۃ و رزق کریم(۸:۲-۴)

ترجمہ: مومن تو وہ ہیں کہ جب خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب انھیں اس کی آیت پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسا رکھتے ہیں اور وہ جو نماز پڑھتے ہیں اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ یہی سچے مومن ہیں اور ان کے لیے پروردگار کے ہاں (بڑے بڑے) درجے' بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

اس آیت میں "صحیح معنوں میں مومن "کی لفظی تصویر بیان کی گئی ہے کہ وہ حقیقی طور پر ایسا نیک انسان ہے جس کے سامنے اللہ کا نام لیتے ہی اس کا دل خوف کی شدت سے لرز اٹھتا ہے۔ وہ ساری زندگی انتہائی سنجیدگی سے گزارتا ہے۔ مندرجہ ذیل آیت میں اندرونی نیکی کے ان بیرونی مظاہر کا ذکر ہے۔

التائبون العبدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الامرون بالمعروف والناھون عن المنکر والحفظون لحدود اللہ' و بشر المومنین(۹:۱۱۲)

ترجمہ: توبہ کرنے والے' عبادت کرنے والے' حمد کرنے والے' روزہ رکھنے والے' رکوع کرنے والے' سجدہ کرنے

والے' نیک کاموں کا حکم کرنے والے' بری باتوں سے منع کرنے والے' خدا کی حدوں کی حفاظت کرنے والے' (اے پیغمبر) مومنوں کو (بہشت کی) خوش خبری سنا دو

انسانوں کو نیک اعمال کی طرف راغب کرنے کے لیے سچا ایمان سب سے قوی جذبہ محرکہ عطا کرتا ہے۔ اگر ایسا نہیں تو ایمان پختہ نہیں ہوتا۔ اللہ کے سامنے ڈر اور ندامت' بے چون و چرا مشیت الٰہی کو تسلیم کرنا' اللہ کی نعمتوں پر صمیم قلب سے تشکر کا رویہ-- یہ سب وہ عناصر ہیں' جنھیں اسلام ایمان کے اعلیٰ خصائص شمار کرتا ہے۔ ان کا لازمی نتیجہ معروف اعمال صالحہ کی شکل میں نکلنا چاہیے۔ ان اعمال کا جائزہ ہم آئندہ صفحات میں پیش کریں گے۔ مزید برآں زندگی کے عام معاملات میں بھی یہ عناصر انسان کے ہر عمل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ ہم ذیل میں دو آیات کا ذکر کرتے ہیں جن سے ایمان کے اسی پہلو کی وضاحت ہوتی ہے۔ ان آیات میں ان اعمال کا بیان ہے جن سے ایک سچے مومن کو خاص طور پر متصف کیا گیا ہے۔

و عبادالرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا و اذا خاطبھم الجھلون قالواسلما' والذین یبیتون لربھم سجدا وقیاما والذین یقولون ربنا اصرف عنا عذاب جھنم' ان عذابھا کان غراما انھا ساءت مستقرا و مقاما و الذین اذا انفقوالم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما والذین لا یدعون مع اللہ الھا اخرو لا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق و لا یزنون و من یفعل ذالک یلق اثاما یضعف له العذاب یوم القیمته و یخلدفیه مھانا الامن تاب و امن و عمل عملا صالحا فاولئک یبدل اللہ سیاتھم حسنت و کان اللہ غفورا

رحیما و من تاب و عمل صالحا فانه یتوب الی اللہ متابا
والذین لا یشھدون الزور و اذا مروا باللغو مروا کراما'
والذین اذا ذکروا بایت ربھم لم یخروا علیھا صما و
عمیانا والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا و ذریتنا
قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما(۲۵:۶۳-۷۴)
ترجمہ: اور خدا کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) گفتگو کرتے ہیں تو سلام کہتے ہیں اور جو اپنے پروردگار کے آگے سجدے کر کے اور (عجز و ادب سے) کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیں اور وہ جو دعا مانگتے رہتے ہیں کہ اے پروردگار دوزخ کے عذاب کو ہم سے دور رکھیو کہ اس کا عذاب بڑی تکلیف کی چیز ہے اور دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بری جگہ ہے اور یہ کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ' نہ ضرورت سے زیادہ نہ کم۔ اور جو خدا کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور جس جاندار کو مارڈالنا خدا نے حرام کیا ہے' اس کو قتل نہیں کرتے مگر جائز طریق (یعنی شریعت کے حکم) سے۔ اور بدکاری نہیں کرتے' اور جو یہ کام کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہو گا۔ قیامت کے دن اس کو دونا عذاب ہو گا اور ذلت اور خواری سے ہمیشہ اس میں رہے گا' مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو خدا نیکیوں سے بدل دے گا' اور خدا تو بخشنے والا مہربان ہے' اور جو توبہ کرتا اور عمل

نیک کرتا ہے تو وہ بے شک خدا کی طرف رجوع کرتا ہے' اور وہ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب ان کو بے ہودہ چیزوں کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہو تو بزرگانہ انداز سے گزر جاتے ہیں اور وہ کہ جب ان کو پروردگار کی باتیں سمجھائی جاتی ہیں تو ان پر اندھے اور بہرے ہو کر نہیں گرتے' (بلکہ غور و فکر سے سنتے ہیں) اور وہ جو (خدا سے) دعا مانگتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے (دل کا چین) اور اولاد کی طرف سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔

بحث کو سمیٹتے ہوئے ہم عرض کریں گے کہ ان آیات کی رو سے ایک مثالی مومن سے جن خصائص کی فطری طور پر توقع کی جا سکتی ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

الف) حلم و بردباری کا بنیادی رویہ' جس کا تفصیل سے ذکر ہو چکا ہے۔

ب) عبادات میں مداومت

ج) آخرت کا ڈر

د) صدقہ و خیرات' صحیح تقوے کے عمل کی حیثیت سے یہ سب سے اہم صفت ہے۔ تاہم اس ضمن میں جذبات سے مغلوب اور زمانہ جاہلیت کی شیخی خوری پر مبنی انتہا پسند فیاضی بھی مطلوب نہیں۔

ہ) زمانہ جاہلیت کے ایسے اعمال سے احتراز جن کی اللہ تعالیٰ نے سختی سے ممانعت کی ہے' مثلاً" شرک' کسی جاندار کا ناحق قتل' زنا وغیرہ

و) جھوٹی قسم اٹھانے اور فضول باتوں سے احتراز

ز) وحی الٰہی کے گہرے مطالب کو سمجھنے کے لیے نازک اور حساس

جذبہ
ح) آخرت کی امید پر، دنیوی زندگی میں سنجیدگی اور پر سکون خوشی کا احساس۔

اگلی آیت میں مثالی مومن کی جو تصویر کھینچی گئی ہے، وہ بنیادی طور پر ایسی ہی ہے۔

قدافلح المومنون الذین ھم فی صلاتھم خشعون والذین ھم عن اللغو معرضون والذین ھم للزکوۃ فاعلون والذین ھم لفروجھم حفظون الاعلی ازواجھم اوما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک ھم العدون' والذین ھم لا منتھم و عھدھم راعون والذین ھم علی صلوتھم یحافظون اولئک ھم الوارثون الذین یرثون الفردوس ھم فیھا خلدون (۲۳:۱-۱۱)

ترجمہ: بے شک ایمان والے رست گار ہو گئے جو نماز میں عجز و نیاز کرتے ہیں اور جو بے ہودہ باتوں سے منہ موڑے رہتے ہیں اور جو زکوۃ ادا کرتے ہیں اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں یا (کنیزوں سے) جو ان کی ملک ہوتی ہیں کہ انھیں ملامت نہیں اور جو ان کے سوا اوروں کے طالب ہوں، وہ (خدا کی مقرر کی ہوئی) حد سے نکل جانے والے ہیں، اور جو امانتوں اور اقراروں کو ملحوظ رکھتے ہیں اور جو نمازوں کی پابندی کرتے ہیں یہی لوگ میراث حاصل کرنے والے ہیں (یعنی) جو بہشت کی میراث حاصل کریں گے (اور) اس میں ہمیشہ

رہیں گے۔

اس تصویر کو مکمل کرنے کے لیے ہم صرف ایک اور آیت کا اضافہ کریں گے۔ یہ سورہ الاحزاب کی ایک آیت ہے، جس میں تمام مومنوں سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ صحیح ایمان کی بنیادی شرط یہ ہے کہ اللہ کے فیصلے کی مکمل اطاعت کی جائے۔

و ماکان لمومن و لا مومنته اذا قضی اللہ و رسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم و من یعص اللہ و رسولہ فقد ضل ضلالا مبینا(۳۶:۳۳)

ترجمہ: اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب خدا اور اس کا رسول کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی اختیار سمجھیں اور جو کوئی خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہ ہو گیا۔

اب تک کی گفتگو سے قرآن کریم کی بیان کردہ ایک مثالی مومن کی عمومی تصویر مکمل ہو گئی ہے۔ اب ہم ان چند ذاتی خصوصیات کا تفصیلی تجزیہ پیش کریں گے، جن کو قرآن کریم سچے مومنین کی خصوصیات کے طور پر بیان کرتا ہے۔

۳۔ خوف۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں، خصوصا" نبوت کے ابتدائی عرصے میں، جو بات نمایاں ہے، وہ آخرت کا بے حد اثر انگیز تذکرہ ہے۔ ہم بار بار ذکر کر چکے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں تقوی (ڈر) کو بنیادی مقام حاصل ہے۔ یوم حساب اور مالک یوم حساب کا ڈر اس نئے مذہب کی تعلیمات کا سب سے اہم جذبہ محرکہ اور بنیادی رویہ ہے۔ سادہ الفاظ

میں اللہ پر ایمان کا مطلب اس سے ڈرنا ہے' جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں۔ مختصر ترین الفاظ میں مومن کی ممکنہ تعریف یہ ہے کہ وہ ایسا شخص ہے جو اللہ کے ڈر سے لرزتا ہے۔

ا۔ ایمان = ڈر

اب یہ سمجھنا آسان ہے کہ قرآن کریم میں "ایمان" اور "ڈر" کو ایک دوسرے سے مترادف کیوں استعمال کیا گیا ہے۔ اس کی ایک مثال کافی ہے۔

> زین للذین کفروا الحیوۃ الدنیا و یسخرون من الذین آمنو او الذین اتقوا فوقھم یوم القیامتہ' واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب(۲:۲۱۲)
>
> ترجمہ: اور جو کافر ہیں ان کے لیے دنیا کی زندگی خوش نما کر دی گئی ہے اور وہ مومنوں سے تمسخر کرتے ہیں' لیکن جو پرہیزگار ہیں وہ قیامت کے دن ان پر غالب ہوں گے اور خدا جس کو چاہتا ہے بے شمار رزق دیتا ہے۔

ایمان اور ڈر کے ہم معنی ہونے سے یہ منطقی نتیجہ بھی نکالا جا سکتا ہے کہ اگر الف تو ب۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ حقیقت میں ب(یعنی ڈر) عموماً" امر کے صیغے کے ساتھ بیان ہوتا ہے۔

> واتقوا اللہ ان کنتم مومنین(۵:۵۷)
>
> ترجمہ: اور مومن ہو تو خدا سے ڈرتے رہو

۲۔ ڈر کے متضاد الفاظ۔

اگر ایمان کے تصور میں "ڈر" کو بنیادی عنصر کی حیثیت حاصل ہے تو

فطری طور پر یہ کفر کا متضاد ٹھہرتا ہے۔ قرآن کریم میں "متقی" (تقوی رکھنے والا) بار بار "کافر" کے بالمقابل استعمال ہوا ہے۔ مندرجہ ذیل آیت اس کی ایک مثال ہے۔

مثل الجننه التی وعد المتقون تجری من تحتها الانہر' اکلها دائم و ظلها' تلک عقبی الذین اتقوا و عقبی الکفرین النار (۱۳:۳۵)

ترجمہ: جس باغ کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے' اس کے اوصاف یہ ہیں کہ اس کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں' اس کے پھل ہمیشہ (قائم رہنے والے) ہیں اور اس کے سائے بھی۔ یہ ان لوگوں کا انجام ہے جو متقی ہیں اور کافروں کا انجام دوزخ ہے۔

بعض اوقات "ظالم" بھی "متقی" کے متضاد کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

و ان الظلمین بعضهم اولیاء بعض واللّٰه ولی المتقین (۴۵:۱۹)

ترجمہ: ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں اور خدا پرہیزگاروں کا دوست ہے۔

و اذ نادی ربک موسی ان ائت القوم الظلمین' قوم فرعون الایتقون' قال رب انی اخاف ان یکذبون (۲۶:۱۱-۱۲)

ترجمہ: اور جب تمھارے پروردگار نے موسیٰ کو پکارا کہ ظالم لوگوں کے پاس جاؤ (یعنی) قوم فرعون کے پاس۔ کیا یہ ڈرتے نہیں؟ انھوں نے کہا کہ میرے پروردگار میں ڈرتا

ہوں کہ یہ مجھے جھوٹا سمجھیں۔

۳۔ تقوی۔ خشیت۔

عربی میں کئی الفاظ ہیں جو تقوی کے ہم معنی یا قریب المعٰی ہیں۔ ان میں سے بعض قرآن کریم میں استعمال بھی ہوئے ہیں۔ ان ہم معنی الفاظ میں سب سے اہم "خشیت" (فعل خشی) اور "خوف" ہیں۔ دونوں کے معنی ڈر ہے۔ سب سے پہلے ہم خشیت کے لفظ کا تجزیہ کریں گے۔

خشیت' اور تقوی' کی معنوی قربت کی بہترین مثال' خصوصا" قرآن کریم کی زبان میں' مندرجہ ذیل آیت ہے جس میں خشی کا صیغہ ایک ایسی ترکیبی شکل میں بیان ہوا ہے جس کا مقصد لفظ "متقی" کی تعریف بیان کرتا ہے۔

و ذکرا للمتقین الذین یخشون ربھم بالغیب و ھم من
الساعتہ مشفقون(۲۱:۴۸۔۴۹)

ترجمہ: اور نصیحت (کی کتاب) عطا کی (یعنی) پرہیزگاروں کے لیے جو بن دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور قیامت کا بھی خوف رکھتے ہیں۔

اس معنوی قربت کی کسی حد تک تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ خشیت اور تقوے کے الفاظ اکثر ایک ہی جملے میں ساتھ ساتھ تقریبا" ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔

و من یطع اللہ و رسولہ و یخش اللہ و یتقہ فاولئک ھم
الفائزون(۲۴:۵۲)

ترجمہ: اور جو شخص خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اور اس سے ڈرے گا تو ایسے ہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

ہم نے دیکھا کہ جنت کی بشارت ان لوگوں کو دی گئی جو تقوے کی صفت سے متصف ہیں۔ بالکل یہی بات ان کے لیے بھی کہی گئی جو خشیت الٰہی سے متصف ہیں۔ اس مثال میں ایک اور شہادت بھی ملتی ہے کہ ایسی عبارات میں الفاظ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

ان الذین امنوا و عملوا الصلحت اولئک ھم خیر البریہ
جزاؤھم عند ربھم جنت عدن تجری من تحتھا الانھر
خلدین فیھا ابدا رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ ذالک لمن
خشی ربہ (۹۸:۷-۸)

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ تمام خلقت سے بہتر ہیں۔ ان کا صلہ ان کے پروردگار کے ہاں ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ خدا ان سے خوش اور وہ اس سے خوش، یہ (صلہ) اس کے لیے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے۔

اس آیت میں "وہ جو اللہ سے ڈرتا (خشیت) ہے" کی عبارت بھی قابل غور ہے، کیونکہ یہ واضح طور پر "مومن" کے بدل کے طور پر مذکور ہے۔

ایسا لگتا ہے کہ لفظ خشیت الفاظ کی اس صنف سے تعلق رکھتا ہے جن میں معنوی صراحت بہت نمایاں طور پر موجود ہے۔ قرآن کریم میں اس لفظ کے ذکر کا جائزہ لیں تو کہا جا سکتا ہے کہ لفظ خشیت شدید خوف کے ایسے اضطراری رد عمل کو بیان کرتا ہے کہ جو انسانی حواس پر غالب آ جاتا ہے۔ مندرجہ ذیل آیت میں یہ معنوی پہلو بہت واضح طور پر سامنے آتا ہے۔

اللہ نزل احسن الحدیث کتبا متشابھا مثانی تقشعر منہ
جلود الذین یخشون ربھم ثم تلین جلودھم و قلوبھم

الی ذکر اللہ ذلک ھدی اللہ یھدی بہ من یشاء و من یضلل اللہ فمالہ من ھاد(۳۹:۲۳)

ترجمہ: خدا نے نہایت اچھی باتیں نازل فرمائی ہیں (یعنی) کتاب (جس کی آیتیں باہم) ملتی جلتی ہیں اور دہرائی (جاتی ہیں) جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں' ان کے بدن کے (اس سے) رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کے بدن اور دل نرم (ہو کر) خدا کی یاد کی طرف (متوجہ) ہو جاتے ہیں۔ یہی خدا کی ہدایت ہے۔ وہ اس سے جس کو چاہتا ہے ہدایات دیتا ہے' اور جس کو خدا گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے۔

اس لفظ کی قوت بیانیہ کا اظہار مندرجہ ذیل آیت میں بھی بہت نمایاں ہے۔ یہ بات محتاج بیان نہیں کہ یہاں خشیت الٰہی کا ذکر ایسے الفاظ میں ہے گویا یہ کسی قوت متفجرہ (بھٹ اٹھنے والی طاقت) سے بھر گئی ہے۔

لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیتہ اللہ(۵۹:۲۱)

ترجمہ: اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم اس کو دیکھتے کہ خدا کے خوف سے دبا اور پھٹا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں مستعمل عربی زبان کے نقطہ نظر سے خشی کے فعل کا مفعول ہمیشہ اللہ ہی آتا ہے۔ تاہم بعض اوقات ڈر کی سمت غلط بھی ہو سکتی ہے۔ اس صورت میں خشی کا مفعول خود انسان ہوتا ہے' خدا نہیں۔

آخر میں ہم ایک مثال پیش کرتے ہیں' جس سے لفظ خشی ایک ایسے سیاق میں استعمال ہوا ہے' جس کا مذہب سے تعلق نہیں۔ یہاں ''ڈر'' کا مفعول فرعون اور اس کے درباری ہیں' یا یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ یہاں فرعون اور

اس کے درباریوں پر غلبہ پانے کے خوف کا ذکر ہے۔

ولقد اوحینا الی موسی ان اسر بعبادی فاضرب لهم
طریقا فی البحریبسا لا تخف درکا ولا تخشی
(۲۰:۷۷)

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارے بندوں کو راتوں رات نکال لے جاؤ۔ پھر ان کے لیے دریا میں خشک رستہ بنا دو۔ پھر تم کو نہ تو (فرعون کے) آ پکڑنے کا خوف ہو گا اور نہ (غرق ہونے کا) ڈر

علاوہ ازیں، اس آیت کی عبارت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ یہاں اگر خشی کی بجائے خوف کا لفظ بھی استعمال کیا جائے تو معنوں میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ اب ہم لفظ خوف کے تجزیے کی طرف آتے ہیں۔

۴۔ تقویٰ۔ خوف

اصل میں لفظ خوف سے مراد عموماً" ڈر کا طبعی جذبہ ہے۔ فطری طور پر اس سے ایسا ڈر بھی مراد ہو سکتا ہے، جس کا تعلق کسی غیر معمولی اور پر اسرار مظہر فطرت سے ہو۔ چنانچہ قرآن کریم میں یہ لفظ بار بار حضرت موسیٰ کے حوالے سے آیا ہے کہ جب انھوں نے چھڑیوں اور رسیوں کو حیرت انگیز طریقے سے بل کھاتے سانپ بنتے دیکھا تو ڈر گئے۔ مندرجہ ذیل دو آیات بطور مثال درج ہیں۔

والق عصاک، فلما راها تهتز کانها جان ولی مدبرا ولم
یعقب، یموسی لا تخف انی لایخاف لدی المرسلون
(۲۷:۱۰)

ترجمہ: اور اپنی لاٹھی ڈال دو۔ جب اسے دیکھا تو (اس

طرح) ہل رہی تھی گویا سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا (حکم ہوا کہ) موسیٰ ڈرو مت۔ ہمارے پاس پیغمبر ڈرا نہیں کرتے۔

قالوا یموسی اما ان تلقی و اما ان نکون اول من القی' قال بل القوا فاذا حبالھم و عصیم یخیل الیہ من سحر ھم انھا تسعی' فاوجس فی نفسہ خیفتہ موسی' قلنا لا تخف انک انت الاعلی (۲۰:۶۵۔۶۸)

ترجمہ: بولے کہ موسیٰ یا تو تم (اپنی چیز) ڈالو یا ہم اپنی چیزیں پہلے ڈالتے ہیں۔ موسیٰ نے کہا نہیں تم ہی ڈالو' جب انھوں نے چیزیں ڈالیں' تو ناگہاں ان کی رسیاں اور لاٹھیاں موسیٰ کے خیال میں ایسے آنے لگیں کہ وہ (میدان میں ادھر ادھر) دوڑ رہی ہیں۔ (اس وقت) موسیٰ نے اپنے دل میں خوف معلوم کیا۔ ہم نے کہا خوف نہ کرو۔ بلاشبہ تم ہی غالب ہو۔

یہ بالکل فطری امر ہے کہ اللہ کی نشانیوں (آیات) خصوصاً" عذاب دوزخ سے متعلق آیات کے سننے سے ڈر کا احساس ابھر آئے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات غافل انسانوں کے دلوں میں خوف ڈالنے کے لیے ہی اتاری ہیں۔

ومانرسل بالایات الاتخویفا' و اذقلنا لک ان ربک احاط بالناس و ما جعلنا الرء یاالتی ارینٰک الافتننہ للناس والشجرۃ الملعونتہ فی القرآن و نخوفھم فما یزیدھم الاطغیانا کبیرا (۱۷:۵۹۔۶۰)

ترجمہ: اور ہم جو نشانیاں بھیجا کرتے ہیں تو ڈرانے کو' جب ہم نے تم سے کہا کہ تمھارا پروردگار لوگوں کو احاطہ

کیے ہوئے ہے اور جو رویا ہم نے تمھیں دکھائی اس کو
لوگوں کے لیے آزمائش کیا اور اس طرح (تھوہر کے)
درخت کو جس پر قرآن میں لعنت کی گئی اور ہم انھیں
ڈراتے ہیں تو ان کو اس سے بڑی (سخت) سرکشی پیدا ہوتی
ہے۔

انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم(۲۶:۱۳۵)

ترجمہ: مجھ کو تمھارے بارے میں بڑے (سخت) دن کے
عذاب کا خوف ہے۔

ذلک لمن خاف مقامی و خاف وعید(۱۴:۱۴)

ترجمہ: یہ اس شخص کے لیے ہے جو (قیامت کے روز)
میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے اور میرے عذاب
سے خوف کرے۔

لیک قدم اور آگے بڑھیں تو خوف کا مفعول خود اللہ تعالیٰ بن جاتا ہے۔ یا بے ایمان لوگوں کے حوالے سے شیطان کا خوف بعض اعمال کا سبب ٹھہرتا ہے۔

انما ذالکم الشیطن یخوف اولیاء ہ فلا تخافوھم و
خافون ان کنتم مومنین(۳:۱۷۵)

ترجمہ: (یہ خوف دلانے والا) تو شیطان ہے جو اپنے
دوستوں سے ڈراتا ہے تو اگر تم مومن ہو تو ان سے مت
ڈرنا اور مجھ ہی سے ڈرتے رہنا

اس آیت میں یہ عبارت "اگر تم مومن ہو تو صرف مجھ سے ڈرو" بعینہ تقوی کے مترادف ہے۔ اگر ہم ایک اور آیت سے اس کا موازنہ کریں تو یہ بات مزید واضح ہو جائے گی۔ اس آیت میں لفظ خوف سے تقریباً" یہی معنی

مراد ہیں۔

ذلک یخوف اللہ بہ عبادہ' یعباد فاتقون(۳۹:۱۶)

ترجمہ: یہ وہ (عذاب) ہے جس سے خدا اپنے بندوں کو ڈراتا ہے تو اے میرے بندو مجھ سے ڈرتے رہو

ینزل الملئکتہ بالروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ ان انذروا انہ لا الہ الا انا فاتقون(۱۶:۲)

ترجمہ: وہی فرشتوں کو پیغام دے کر اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس کے پاس چاہتا ہے' بھیجتا ہے کہ (لوگوں کو) ڈراؤ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو مجھ ہی سے ڈرو۔

تقوی کے دو اور ہم معنی الفاظ بھی یہاں قابل ذکر ہیں۔ ایک "اشفق" جو صرف اسم فاعل "مشفق" کے صیغے کے ساتھ استعمال ہوا ہے' دوسرے "رھب۔" "اشفق" کا صحیح مفہوم یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔ "ڈر' توقع اور خدشے کے احساسات سے متاثر ہونا۔" قرآن کریم میں اس لفظ کے استعمال کا جائزہ لیا جائے تو ڈر کے جذبے سے متعلق گزشتہ تین الفاظ سے اس کے معنی زیادہ مختلف نظر نہیں آتے۔

یستعجل بہا الذین لا یومنون بہا والذین امنوا مشفقون منہا و یعلمون انہا الحق(۴۲:۱۸)

ترجمہ: جو لوگ اس پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس کے لیے جلدی کر رہے ہیں اور جو مومن ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ برحق ہے

بعض مقامات پر یہ لفظ خشی کے ساتھ ساتھ آیا ہے۔

ان الذین ھم من خشیتہ ربہم مشفقون والذین ھم بایت ربہم یومنون والذین ھم بربہم لا یشرکون والذین یوتون

ما اتوا و قلوبھم وجلتہ انھم الی ربھم راجعون اولئک
یسارعون فی الخیرات و ھم لھا سابقون (۲۳:۵۷-۶۱)
ترجمہ: جو لوگ اپنے پروردگار کے خوف سے ڈرتے ہیں
اور جو اپنے پروردگار کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور جو
اپنے پروردگار کے ساتھ شریک نہیں کرتے اور جو دے
سکتے ہیں دیتے ہیں اور ان کے دل اس بات سے ڈرتے
رہتے ہیں کہ ان کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے
یہی لوگ نیکیوں میں جلدی کرتے اور یہی ان کے لیے آگے
نکل جاتے ہیں

یعلم ما بین ایدیھم و ما خلفھم و لا یشفعون الالمن
ارتضی و ھم من خشتیہ مشفقون(۲۱:۲۸)
ترجمہ: جو کچھ ان کے آگے ہو چکا ہے اور جو پیچھے ہوگا وہ
سب سے واقف ہے اور وہ اس کے پاس کسی کی سفارش
نہیں کر سکتے مگر اس شخص کی جس سے خدا خوش ہو اور وہ
اس کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں۔

"رہب" کے بارے میں اتنا کہنا کافی ہے کہ قرآنی استعمال میں یہ لفظ تقوی کے تقریبا" ہم معنی ہے۔ مندرجہ ذیل آیت سے ان الفاظ کا مترادف ہونا اچھی طرح سمجھ میں آتا ہے۔ کیونکہ یہاں معانی کی ایک ہی ترکیب کیے بعد دیگرے رہب اور اتقی کے ساتھ دو مرتبہ بیان ہوئی ہے۔

وقال اللہ لا تتخذوا الھین اثنین انما ھو الہ واحد فایای
فارھبون' و لہ ما فی السموات و الارض ولہ الدین واصبا
افغیر اللہ تتقون(۱۶:۵۱-۵۲)
ترجمہ: اور خدا نے فرمایا کہ دو دو معبود نہ بناؤ' معبود وہی

ایک ہے تو مجھی سے ڈرتے رہو اور جو کچھ آسمانوں میں اور
جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور اسی کی عبادت
لازم ہے تو تم خدا کے سوا اوروں سے کیوں ڈرتے ہو

مندرجہ ذیل آیات میں منافقین کو شدت سے مورد الزام ٹھہرایا گیا ہے کہ وہ اللہ کی بجائے طاقتور انسانون سے زیادہ ڈرتے ہیں۔ اس آیت کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ رھب کے فعل کا صحیح مفعول بھی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

لا انتم اشد رھبتہ فی صدورھم من اللہ ذلک بانھم قوم لا
یفقھون(۵۹:۱۳)

ترجمہ: (مسلمانوں) تمھاری ہیبت ان لوگوں کے دلوں
میں خدا سے بھی بڑھ کر ہے' یہ اس لیے کہ یہ سمجھ نہیں
رکھتے